خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

عرس مبارک حضور قلندر بابا اولیائؒ 1998 ئ

ACD 8

Track - 1

83:10

''اللہ تک رسائی کا آسان راستہ''

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز خواتین و حضرات ! ارکان سلسلہ علیہ عظیمیہ ، محترم بزرگو! دوستو! آپ یہ بات جانتے ہیں کہ جب کوئی بات کہی جاتی ہے تو کہنے والا اور سننے والا جب تک اس بات کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہوں تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ حاضر دماغی کے ساتھ خیالات کے انتشار سے الگ ہوکر ، غیر جانبدار ہوکر بات کرے۔اور سننے والوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ، ذہنی یکسوئی کے ساتھ ، انہماک کے ساتھ اس بات کو سنیں۔ ذہنی انہماک کہنے والے کا ہویا سننے والے کا ہو ، دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بات کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے خود کو تیار کریں۔ میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں یا جو کچھ آپ مجھ سے سننا چاہتے ہیں اس کے پیچھے ایک ہی مقصد کارفرما ہے وہ یہ کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے عرفان سے متعلق ، اللہ تعالیٰ کی قربت سے متعلق وہ باتیں بتانا چاہتا ہوں جن باتوں کو سمجھ کر اور جن باتوں پر عمل کرکے انسان یقینا خدا رسیدہ ہوجاتا ہے۔ آپ حضرات دور دراز سے تشریف لائے آپ کے ذہن میں بھی یہی ایک مقصد ہے کہ ہم کوئی ایسی بات سن لیں یا ایسا کوئی راستہ ہمارے اوپر کھل جائے کہ جس راستے پر چل کر ہماری کوشش ہماری جدوجہد کامیاب ہو اور ہمارا اپنے اللہ سے تعلق قائم ہوجائے۔ اس کے لئے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہم اس بات کی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ کہنے والا کہنا چاہتا ہے (...آواز غائب ہے...)اللہ کا نور نظر آئے۔ اور جب ہم یہاں سے اٹھ کر جائیں اس نور کے سرور سے ہماری زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں تو زیادہ سے زیادہ عرصے کے لئے ایک سرور ہو، ایک خمار ہوجس میں ہم رہ کر ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہیں کہ ہماری زندگی اور ہماری زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی جانب سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

(تلاوت قرآن کریمہ سورۃ النور آیت ۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

(تلاوت قرآن کریم۔ سورة سورة الاخلاص)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں اللہ نور السمٰوٰت والارض کہ اللہ زمین اور آسمان کا نور ہے۔ پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ نور کیا ہے۔ اس کے بات فرماتے ہیں یھد اللہ بنورہ من یشاء ۔ اور اللہ زمین آسمان کا نور ہے ۔ اس کی ہدایت اللہ تعالیٰ جس کو چاہے دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔ واللہ بکل شیىء علیم ... فی الواقع دانا و بینا ہر چیز کے بارے میں اللہ ہے۔ اللہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ سورة اخلاص میں دوسری سورت جو میں نے تلاوت کی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... اے پیغمبر علیہ الصلوٰة والسلام آپ فرمادیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ الصمد ... اللہ کو کسی قسم کی احتیاج نہیں ہے۔ ضرورت سے اور احتیاج سے پاک اور مبرا ہے۔ لم یلد و لم یولد ... نہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے اور نہ اللہ کا کوئی باپ ہے۔ ولم یکن لہ کفواً احد ... اللہ کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے۔ اب ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ حضور قلندر بابا اولیائ کی روحانی علوم کی روشنی میں تشریح کی جاتی ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض ... اللہ زمین کا اور آسمانوں کا نور ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین میں جو حرکت ہے ۔ زمین اور آسمانوں میں جو مخلوقات ہیں ، جو بھی کچھ ہے ان سب کی بنیاد اللہ کا نور ہے۔ ہر شئے میں اللہ اپنی نوری صفات کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ زمین کے اوپر موجود کوئی شئے ، آسمانوں میں موجود کوئی مخلوق اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ شئے کا وجود اس بات پر قائم ہے کہ شئے کے اندر اللہ کا نور ہے۔ اگر شئے کے اندر اللہ کا نور نہ ہو تو شئے کا وجود نہیں ہوگا۔ اللہ نور السمٰوٰت ولارض۔ نور کو روشنی بھی کہہ سکتے ہیں ۔ لیکن جب ہم روشنی کہتے ہیں تو پھر تمثیلی بیان ہوجاتا ہے۔ اور جب تک ہم نور کو نور کہتے ہیں تو نور کے پیچھے ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو تمثیلات سے ماورا ہے۔ اور ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس حقیقت سے کسی بھی طرح انکار ممکن نہیں ہے۔ مخلوقات میں ممتاز مخلوق دو ہیں جن کو مکلف مخلوق کہا گیا ہے۔ ایک مکلف مخلوق انسان ہے۔ دوسری مکلف مخلوق جنات ہے۔ لیکن جب آدم کو نیابت و خلافت سے سرفراز فرمادیا گیا آدم کو وہ علوم سکھادئیے گئے جو علوم فرشتے نہیں جانتے تھے اور جن علوم سے جنات بے خبر تھے اور بے خبر ہیں۔ تو تمام مخلوق میں ممتاز مخلوق انسان قرار پایا۔ و علم الآدم الاسماء کلھا ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنی تمام صفات کا علم آدم کو سکھا دیا۔ یہ لفظ علم الآدم الاسماء کلھا ... اللہ تعالیٰ نے نہ فرشتوں کے لئے بیان کیا اور نہ جنات کے لئے بیان کیا۔ اور نہ ہی کسی اور مخلوق کے لئے بیان کیا۔ جبکہ دوسری تمام مخلوقات بھی باشعور ہیں، باحواس ہیں، اچھے برے کا انہیں ادراک ہے۔ مثلاً اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں ان عرضنا الامانة علیٰ السمٰوٰت والارض و الجبال کہ ہم نے اپنی امانت سماوات پر پیش

کی ، زمین سے کہا کہ یہ امانت ہم تیرے سپرد کرنا چاہتے ہیں ، پہاڑوں سے کہا
کہ اگر تم چاہو تو یہ امانت ہم تمہارے سپرد کرسکتے ہیں ...(عربی آیت)...
آسمانوں نے آسمانوں کے اندر جتنی مخلوقات ہیں سب نے ، زمین نے زمین کے
اوپر جتنی بھی موجودات ہیں، سب نے ، اور پہاڑوں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سن
کر کہا... انہوں نے کہا ... کہ اگر ہم نے اس امانت کو اٹھالیا، قبول کرلیا ہم
ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ ہمارا وجود عدم ہوجائے گا ہم نیست و نابود ہوجائیں
گے۔اگر ہم نے اس کو اٹھالیا تو ہم ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ وحمل الانسان ... اور
انسان نے اس امانت کو قبول کرلیا ۔ انہ کان ظلوماً جہولاً کہ انسان بے شک
ظالم اور جاہل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے آسمانوں اور زمین اور
فرشتوں کے اس بیان سے کہ اگر ہم نے اس امانت کو قبول کرلیا تو ہم ریزہ
ریزہ ہوجائیں گے اس بات کی شہادت فراہم ہوتی ہے کہ آسمانوں میں ، زمین
میں جو بھی کچھ ہے اور پہاڑوں میں شعور ہے۔ اگر شعور نہ ہوتا تو پہاڑ یہ نہ
کہتے کہ ہم اس امانت کے متحمل نہیں ہیں۔ انسان نے جب اس امانت کو اٹھالیا
تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جلد بازی کی ... انہ کان ظلوماً جہولاً ... یہ ظالم
ہے اور جاہل ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہو اکہ ایک طرف انسان اللہ تعالیٰ کے
ارشاد کے مطابق ظالم اور جاہل ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔
اب اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگر انسان بحیثیت امین کے امانت دار ہے ، بحیثیت
امین کے اس امانت کا فائدہ اٹھاتا ہے تو تو وہ ممتاز ہے۔ اور اگر وہ اس امانت
سے فائدہ نہیں اٹھاتا ، اس امانت کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تو وہ ظالم اور
جاہل ہے۔ موجودہ صورتحال کچھ ایسی ہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا امین ہے
لیکن اسے اس امانت کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امانت
کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی امانت دراصل اللہ تعالیٰ کی نیابت اور خلافت ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی تفویض کردہ وہ اختیارات ہیں جن اختیارات کو استعمال کرکے انسان
کائنات میں تصرف کرسکتا ہے۔ جن اختیارات کو استعمال کرکے انسان فرشتوں
کا مسجود بن سکتا ہے۔ جن اختیارات کو استعمال کرکے اللہ تعالیٰ کی بادشاہی
میں حصہ دار بن سکتا ہے۔ وہ امانت کیا ہے؟ وعلم الآدم الاسماء کلھا ... جب
انسان نے اس امانت کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا یا قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اس
کو اپنی نیابت و خلافت سونپ دی۔ اور نیابت و خلافت سے متعلق جو امور تھے ان
امور کو سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات منتقل کی جس کو اللہ تعالیٰ نے
و علم الآدم الاسماء کلھا کہا۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ ایسے بندوں کو
خلافت عطا کرر ہے ہیں جو فساد برپا کرے گا خون خرابہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے
آدم سے کہا ہم نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے تم بیان کرو۔ جب آدم نے وہ علوم
بیان کئے تو فرشتوں نے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرکے کہا کہ ہم تو اتنا ہی
کچھ جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھادیا ہے۔ یعنی آدم کی فضیلت کو تسلیم
کرلیا۔ آدم کی فضیلت کو کس چیز نے تسلیم کیا کیا آدم کے گوشت پوست کے
جسم نے تسلیم کیا یہ غور طلب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے آدم کے

پتلے کو کھنکھناتی بجنی مٹی سے بنایا ہے۔ کھنکھناتی بجنی مٹی سے بنانے کا
مطلب یہ ہے آدم کے وجود کو ہم نے خلاء سے بنایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں کہ وہ خلاء جو تھا وہ نہ سنتا تھا، نہ بولتا تھا ، نہ محسوس کرتا تھا ہم نے
اس خلاء کے اندر ... و نفخت فیہ من روحیہ ... کہ ہم نے اس پتلے کے اندر اس
خلاء کے اندر اپنی جان میں سے جان ڈال دی۔ اب آپ اس آیت کو پڑھیں ... اللہ
نور السمٰوٰت والارض کہ اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے یعنی زمین آسمان اللہ
کے نور سے چل رہے ہیں۔ اور متحرک ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی جان میں سے
جان ڈال دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے پتلے میں اپنا نور
منتقل کردیا۔ نور منتقل ہونے سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ وہ پتلا نعوذ باللہ
خدا بن گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اپنے ارشاد کے مطابق و نفخت فیہ من روحیہ کہ
ہم نے اپنی جان میں سے جان ڈال دی۔ اللہ تو نور ہے یعنی انسان کے اندر جو
ممتاز مخلوق ہے اور جو چیز انسان کو ممتاز کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات
میں ہر موجود شئے میں اللہ کا نور ہے۔ لیکن کائنات میں موجود کوئی شئے اللہ
کے نور سے واقفیت نہیں رکھتی۔ واحد مخلوق انسان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ
نے وہ علوم سکھادئیے ہیں جن علوم کی بنیاد پر وہ اپنے اندر جاری و ساری اور
متحرک نور کا مشاہدہ بھی کرسکتا ہے اور اس نور سے استفادہ بھی کرسکتا
ہے۔ اور اس نور کی بدولت کائنات میں اس کا تصرف بھی قائم ہوسکتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ نے انسان کے لئے فرمایا ... و سخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض
جمیعا منکم ... کہ ہم نے تمہارے لئے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ اس
ک اندر ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کردیا ہے۔ تمہارے تابع فرمان کردیا
ہے۔ و سخر لکم الشمس و القمر و النجوم و سخر منی امرہ کہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے حکم سے چاند کو ، سورج کو، ستاروں کو ہر شئے کو تمہارے تابع فرمان
کردیا ہے۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ صاحب سورج کا تابع ہونا یہ مفہوم رکھتا ہے
کہ وہ ایک وقت مقررہ پر سورج نکلتا ہے وقت مقررہ پر سورج ڈوب جاتا ہے اور
سورج ہمیں دھوپ فراہم کرتا ہے ۔ چونکہ سورج ہمیں دھوپ فراہم کرتا ہے
اس لئے ہمارے لئے وہ مسخر ہے۔ یہ کوتاہ بینی ہے۔ کم عقلی ہے۔ جہالت ہے۔
سورج سب کو دھوپ فراہم کرتا ہے۔ سورج اگر پرندوں کو دھوپ فراہم کرتا
ہے تو اس کا مطلب ہے سورج پرندوں کے لئے مسخر ہوا۔ سورج اگر چوپایوں کو
دھوپ فراہم کرتا ہے تو سورج چوپایوں کے لئے بھی مسخر ہوا۔ سورج اگر کیچڑ
کو ، دلدل کو ، مٹی کو دھوپ فراہم کرتا ہے تو آپ یہ کہیں گے کہ سورج تو
کیچڑ کے لئے بھی نعوذ باللہ مسخر ہوا۔ تو اگر مسخر ہونا یہ بات ہے کہ دھوپ
نکلتی ہے ، سورج نکلتا ہے ، نصف النہار پر پہنچتا ہے ، زوال پذیر ہوتا ہے،
غروب ہوجاتا ہے، اور ایک مسلسل متواتر حرکت ہے جو لاکھوں سال سے قائم
ہے اور یہ حرکت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو انسانوں کے لئے مسخر
کردیا ہے تو یہ بات اس لئے قابل تسلیم نہیں ہے کہ زمین پر موجود ہر مخلوق
سورج سے استفادہ کرتی ہے۔ سب کو دھوپ ملتی ہے۔ تسخیر کا مطلب یہ ہے

کہ سورج کی اپنی ذاتی جو زندگی ہے ، سورج کی اپنی ذاتی جو صفات ہیں ، سورج کیا ہے، سورج کیسے نکلتا ہے، سورج کی اپنی ذاتی حیثیت کیا ہے، کیا انسان سورج میں تصرف کرسکتا ہے، اگر انسان سورج میں تصرف کرسکتا ہے تو تسخیر کا مفہوم پورا ہوتا ہے اگر انسان سورج میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا ، اگر انسان سورج کی ماہیت قلب میں اپنا تصرف شامل نہیں کرسکتا تو پھر سورج تو سب کے لئے مسخر ہے۔ و سخر لکم الشمس و القمر و النجوم و سخر ... اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہم نے ستاروں کو بھی مسخر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے زمین کو مسخر کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے آسمانوں کو مسخر کردیا انسانوں کے لئے ۔ تو آسمانوں کو مسخر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آسمانوں میں جو مخلو ق ہے وہ بھی مسخر ہوئی۔ یعنی فرشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسخر کردیا۔ اور یہ مسخر ہونا اس لئے ہے کہ اللہ نور السمٰوٰت والارض ... اللہ کا جو نور تمام کائنات میں جاری و ساری ہے ۔ جو نور کائنات کو زندگی بخشتا ہے اس نور سے واقف صرف انسان ہے۔ و علم آدم الاسماء کلھا ... ہم نے انسان کو آدم کو وہ فارمولے سکھادئیے ، وہ کائنات کی حکمتیں اس کو سکھادی ہیں جن حکمتوں کے اوپر کائنات قائم ہے اور جاری و ساری ہے۔ اس نور کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہوگا۔ کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ بہت آسان بات ہے میں بار بار اس بات کو اس لئے سمجھاتا رہتا ہوں کہ بار بار دہرانے سے بہت ساری چیزیں یاد ہوجاتی ہیں۔ آپ ماشاء اللہ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک آدمی یہ بتائے کہ انسان روح کے بغیر چل سکتا ہے، پھر سکتا ہے، حرکت کرسکتا ہے، کھاسکتا ہے، پی سکتا ہے، سو سکتا ہے؟ کوئی ایک انسان؟ وہی روح اللہ کا نور ہے۔ یعنی انسان کی اصل ہی اللہ کا نور ہے۔ انسان کی اصل ہی اس کی روح ہے۔ مادی وجود کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر ماں کے پیٹ میں بچے کے اندر روح منتقل نہ کی جائے تو بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے۔ پیدائش کے بعد کسی بھی مرحلے میں روح اگر جسم سے رشتہ توڑ لے تو آدمی زندہ نہیں مردہ کہلاتا ہے۔ آپ سوچ کر بتائیں کسی مردہ جسم میں کبھی آپ نے حرکت دیکھی ہے؟ کسی مردہ جسم سے شادی ہوئی ہے؟ کسی مردہ جسم سے کبھی کوئی پیدائش ہوئی ہے؟ کسی مردہ جسم نے روٹی کھائی ہے، پانی پیا ہے؟ کسی مردہ جسم کو آپ کسی اوزار سے، چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کردیں اس نے اپنی طرف سے کوئی مزاحمت کی ہے؟ تو پھر مادی وجود کی کیا حیثیت ہوئی؟ بتائیں بھئی مادی وجود کی کیا حیثیت ہوئی؟ مادی وجود کی حیثیت ہی اس وقت ہے جب اس کے اندر روح موجود ہو۔ اور وہ روح جو ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض ... یعنی یہ روح جو ہے انسان ہی کے اندر نہیں ہے زمین و آسمانوں میں جتنی بھی مخلوق ہیں سب میں اللہ کی روح کام کررہی ہے، سب میں اللہ کا نور کام کررہا ہے۔ انسان کو فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ اس روح سے اس نور سے انسان روحانی طور پر ازل میں واقف ہوچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کن کہا اور ساری کائنات بن گئی ۔ کائنات میں انسان بھی

بن گئے، درخت بھی بن گئے ، ہر چیز بن گئی۔ تو ممتاز مخلوق انسان ہے ، تو انسانوں کی روحیں بھی بن گئیں اربوں، کھربوں، سنکھوں۔ اب روح میں نہ تو دیکھنے کی صلاحیت تھی، نہ سننے کی صلاحیت تھی۔روح میں نہ اپنے علاوہ دوسرے کو سمجھنے کی کوئی صلاحیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جمود کو توڑنے کے لئے خود روحوں کے سامنے کیا۔ خود کو روحوں کے سامنے کیا۔ روحوں کو سامنے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم ... میں تمہارا رب ہوں۔ میں تمہارا رب ہوں۔ جب روحوں نے آواز سنی تو روحیں آواز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ تو پہلی بات یہ ہوئی کہ روحوں نے سب سے پہلی جو آواز سنی وہ اللہ کی آواز تھی۔ یعنی روحیں اللہ کی آواز سن چکی ہیں۔ آواز سننے کے بعد جب روحیں متوجہ ہوئیں تو اس کا مطلب ہے روح کی آنکھ نے جو پہلی جو ہستی دیکھی وہ اللہ کی ہستی کو دیکھی۔ آواز آئی میں ہوں، اب ظاہر ہے سوال پیدا ہوا کون ہے کہاں سے آواز آئی۔ جب روحیں متوجہ ہوئیں اس آواز کو سن کر تو انہوں نے اللہ کو دیکھا۔ اللہ کو دیکھنے کے بعد روحوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ قالوا ... کہا انہوں نے ... قالوا بلیٰ ... جی ہاں! آپ ہمارے رب ہیں۔ یعنی روح نے سب سے پہلی اللہ کی آواز سنی۔ آواز سننے کے بعد سب سے پہلے روح کی آنکھ نے اللہ کو دیکھا۔ اور دیکھنے کے بعد سب سے پہلے جو کلام کیا روح نے وہ یہ کیا کہ جی ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں یا کرتی ہوں کہ آپ میرے رب ہیں۔ الست بربکم ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ یوم ازل میں روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ یوم ازل روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اور یوم ازل روح اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ اب پہلی بات اس پر آپ غور کریں کیا رو ح کے بغیر کوئی انسان اس دنیا میں کسی قسم کی حرکت کرسکتا ہے؟ اگر کوئی کرسکتا ہے تو بتاؤ بھئی ایک کوئی بولے؟ تو اصل جو انسان ہوا وہ اس کا مادی وجود ہوا یا روح ہوئی؟ تو روح تو اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ روح تو اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ روح تو اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ تو جب آپ کی اصل اللہ کو دیکھ چکی ہے اللہ کی آواز سن چکی ہے ، اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے تو آپ اللہ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کی تو نظر ہی اللہ کے اوپر پہلی ہے ، پہلی نظر کا ٹارگٹ ہی اللہ ہے۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی اصل سے اپنی جان سے ، اپنی ذات سے ، اپنے نفس سے ، اپنی انا سے واقفیت حاصل کرلے تو کیا ہوگا؟ اللہ سے واقفیت اسے ہوجائے گی۔اس میں کوئی سوچنے سمجھنے کی بات نہیں ہے روح آپ کی اصل ہے۔ آپ یہ بتائیں یہ بات آپ کو تسلیم ہے یا نہیں کہ روح آپ کی اصل ہے؟ یا یہ بتائیں کہ روح کے بغیر آپ روح کے بغیر آپ کھاسکتے ہیں، روح کے بغیر آپ پی سکتے ہیں، روح کے بغیر آپ بچے جن سکتے ہیں، روح کے بغیر آپ شادی کرسکتے ہیں، روح کے بغیر آپ مزدوری کرسکتے ہیں، روح کے بغیر آپ ملازمت کرسکتے ہیں، روح کے بغیر آپ کو بخار چڑھ سکتا ہے، روح کے بغیر آپ صحت مند ہوسکتے ہیں، روح کے بغیر آپ کو سردی گرمی لگ سکتی ہے؟ مادی وجود تابع

ہے روح کہ جب تک روح مادی وجود کے اندر نہیں ہوگی مادی وجود کی کوئی
حیثیت نہیں ہے۔ تو آپ کی اصل کیا ہوئی؟ بھئی سب بولو نہ۔ تو آپ کی جو
اصل ہے روح وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ چکی ہے ؟ اللہ کی آواز سن چکی ہے؟ اللہ
کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے؟ تو آپ اللہ کو کیوں نہیں دیکھتے؟ کیوں نہیں
اللہ کو دیکھ سکتے جب آپ کی اصل روح ہے؟ بتائیں کیوں نہیں دیکھ سکتے؟۔ روح
سے واقفیت کس حد تک ہے سب جانتے ہیں روح نکل گئی ہ کون کہتا ہے روح
سے واقفیت نہیں ہے۔ بھائی جب آپ کوئی مرتا ہے تو انہوں نے کہا روح نکل
گئی۔ بھئی کہتے ہیں یا نہیں؟ تو روح سے تو واقفیت ہوئی۔ آپ روح کو محض
ایک سنی سنائی بات تسلیم کرتے ہیں اس کے اوپر یقین نہیں رکھتے۔ صرف ایک
سنی سنائی بات ہے کہ روح نکل گئی۔ اصل یہ ہے ہم سب کچھ مادی وجود کو
سمجھتے ہیں۔ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا، ہم نے یوں کیا، ہم نے جناب اب
جیسے کتنی اچھی انہوں نے نعت پڑھی اب یہی کہیں گے واہ جی میں نے نعت
کہی۔ بھئی ان کی روح نکل جائے نعت کہہ کے دکھادیں۔ کہ جی عظیمی صاحب
نے تو بڑی اچھی تقریر کی ، عظیمی صاحب بیٹھے بیٹھے ابھی مرجائیں ایک لفظ
بھی منہ سے نہیں نکلے گا۔ عظیمی صاحب نے کیا کہا۔ تو جتنی بھی یہاں
مخلوقات ہیں زمین میں ہوں، آسمانوں میں ہوں، سب میں ہی روح کام
کررہی ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت ولارض ... سب میں اللہ کا نور کام کررہا ہے۔
واحد مخلوق انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے روح کا علم عطا کیا۔ یعنی اللہ
تعالیٰ نے یہ بتادیا ہے کہ ازل میں روح جب اس نے مادی وجود کو اپنے لئے لباس
نہیں بنایا تھا ، روح جب اس نے اپنے لئے کوئی بہروپ نہیں بھرا تھا ، اس وقت
خالصتاً روح تھی۔ اس خالصتاً روح نے اللہ کی آواز بھی سنی ، اللہ کو دیکھا بھی
اور اللہ کی ربوبیت کا اقرار بھی کیا۔ جب وہ روح مادی وجود میں آگئی تو مادی
وجود میں آنے کے بعد ہمارے ماحول نے، ہمارے بڑوں نے، ہمارے اسلاف نے، ہمارے
بزرگوں نے ہمیں یہ بتایا ہی نہیں کہ روح کہ اصل ہے۔ ہمیں یہ بتایا کہ مادی وجود
اصل ہے۔ اسی بات کو ختم کرنے کے لئے اور اسی غلطی کو دور کرنے کے لئے اللہ
تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ ہر پیغمبر کی یہی تعلیم ہے کہ
مادی وجود اصل نہیں ہے ، مادی وجود ایک برقع ہے، مادی وجود ایک لفافہ ہے،
مادی وجود ایک شلوار قمیص ہے، مادی وجود ایک کوٹ ہے۔ جب تک کوٹ جسم
کے اوپر رہے گا کوٹ کی آستین ہلے گی۔ جب وہ کوٹ اتار کو کھوٹی پر لٹکادیا
جائے گا کوٹ کی آستین نہیں ہلے گی۔ اسی طرح ہمارا مادی وجود ایک لباس
ہے۔ جب تک اس مادی وجود کے اندر روح رہے گی ہ ہاتھ ہلے گا، پیر ہلے گا،
پلک جھپکے گی ، دل دھڑکے گا ، دماغ میں انفارمیشن آئے گی، دماغ اس
انفارمیشن میں معانی پہنائے گا اور جب روح اس گوشت پوست کے جسم کو
لباس کو اتار کر پھینک دے گی ، اب نہ پلک جھپکے گی ، نہ خیال آئے گا ،نہ کوئی
تقریر کرسکے گا نہ کوئی شعر کہہ سکے گا ، نہ کوئی چل سکے گا نہ کوئی پھر
سکے گا۔ نہ کوئی سائنسی ترقی ہوگی، نہ کوئی ایجاد ہوگی۔ نہ کوئی گھر بنے

گا، کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایک شہر کے جتنے بھی باسی ہیں سب کی روح
کو کہہ دے الگ ہوجاؤ اس جسم سے ، اس شہر کے بازاروں میں رونق ہوگی؟
اس شہر میں گھر بنیں گے؟ اس شہر میں سڑکوں کا کوئی تصور ابھرتا ہے؟ اس
شہر میں کوئی شجر کاری ہوگی؟ اس شہر میں کہیں اسپتال بنیں گے ، کوئی
بیمار ہوگا، کوئی صحت مند ہوگا ، کسی کی شادی ہوگی؟ کیوں؟ کیوں؟ اس
لئے کہ روح جو اصل ہے اس نے اس مادی وجود سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ تومختصر
بات یہ ہے کہ مادی وجود کی حیثیت لباس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جب تک
اس مادی وجود کے اندر روح ہے آدمی زندہ ہے۔ آدمی متحرک ہے۔ آدمی سوچتا
ہے۔ آدمی کو غصہ بھی آتا ہے۔ آدمی حسد بھی کرتا ہے۔ آدمی نفرت بھی کرتا
ہے۔ آدمی محبت بھی کرتا ہے۔ آدمی سخی بھی ہے، آدمی بخیل بھی ہے۔ آدمی
کنجوس بھی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بخل کیا ہے، سخاوت کیا ہے۔ لیکن آپ
یہ بتائیں اگر روح اندر نہ ہو تو انسانی وجود کی کون سی حرکت ہے جو قائم
رہتی ہے؟ جی؟ تو آپ کی اصل کیا ہوئی؟ روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ تو آپ تو
اللہ کو دیکھ چکے ہیں۔ جب آپ کی اصل روح ہے تو روح تو اللہ کو دیکھ چکی
ہے روح تو اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ روح تو اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی
ہے۔اب اگر انسان یہ کہے کہ میں اللہ کو نہیں دیکھ سکتا یہ کہے کہ میں نے اللہ
کی آواز نہیں سنی جھوٹ بولے کہ میں نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار نہیں کیا ...انہ
کان ظلوماً جہولاً... اس سے بڑا ظلم اور جہالت نہیں ہوسکتی۔ روحانیت کوئی
معمہ نہیں ہے۔ روحانیت کوئی فلسفہ بھی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے کوئی منطق
بھی کام نہیں کررہی ہے۔ بات سیدھی سی ایک اور ایک دو کہ انسان روح کے
بغیر حرکت نہیں کرسکتا۔ انسان روح کے بغیر بول بھی نہیں سکتا۔ انسان روح
کے بغیر لکھ بھی نہیں سکتا۔ انسان روح کے بغیر سوچ بھی نہیں سکتا۔ انسان
روح کے بغیر سو بھی نہیں سکتا۔ بیدار بھی نہیں ہوسکتا۔ کچھ نہیں کرسکتا۔
اور روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اب اتنا سا کام باقی رہ گیا ہمارے ذمے وہ یہ ہے
کہ ہم اپنی اصل سے واقفیت حاصل کرلیں۔ یہ جو رشتے ہیں ، شوہر بیوی کا
رشتہ، والدین کا رشتہ، بھائیوں کا رشتہ، احباب کا رشتہ، اس کا تعلق ایک طرف
روح سے ہے، دوسری طرف مادی وجود سے ہے۔ رشتے مادی وجود میں ہوتے
ہیں۔ ...(آواز غائب ہے) ... کہ اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے
اور نہ اس کا کوئی باپ ہے۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد ... اللہ کا
کوئی خاندان بھی نہیں ہے۔ قل ھواللہ احد ... اللہ ایک ہے۔ مادی وجود کا جب
بھی تذکرہ آئے گا تو کثرت کے بغیر آپ اس کا اظہار نہیں کرسکتے۔ مادی وجود
کا مطلب ہی کثرت ہوگا۔ مادی وجود کا مطلب ہی یہ ہے کہ رشتوں میں سے
رشتے نکلیں۔ مادی وجود کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ محتاج ہوتا ہے
وسائل کا ۔ کھانے کا محتاج، پینے کا محتاج، بچوں کا محتاج، والدین کا محتاج۔
زمین کا محتاج، بارش کا محتاج، ہوا کا محتاج، آکسیجن کا محتاج۔پانی کا محتاج،
لباس کا محتاج، بھوک پیاس کا محتاج۔نیند اور بیداری کا محتاج۔ یعنی زندگی میں

کوئی ایک مرحلہ انسان کا آپ تلاش نہیں کرسکتے جہاں انسان محتاج نہ ہو۔
اب آپ سوچ کے بتائیں زندگی کا کوئی ایک مرحلہ جہاں انسان محتاجی سے آزاد
۔۔۔ احتیاج سے آزاد ۔۔۔ بتائیں؟ ایک بات بتادیں پوری زندگی میں؟ پیدائش میں
آپ والدین کے محتاج ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد ماں باپ کے محتاج ہیں۔ذرا سا بڑے
ہوئے تو اساتذہ کے محتاج ہیں، اسکولوں کے محتاج ہیں۔ اور بڑے ہوئے تو
کاروبار، ملازمت کے محتاج ہیں۔ اور بڑے ہوئے تو شادی بیاہ کے محتاج ہیں۔ اور
بڑے ہوئے تو ... بس ایک محتاجی کا ایک لامتناہی سلسلہ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں اللہ الصمد ... اللہ کسی قسم کی احتیاج نہیں رکھتا۔ محتاج نہیں ہے اللہ
کسی بھی چیز کا۔ اب انسان ایک نہیں ہوسکتا ۔ مادی وجود کا جب ہم تذکرہ
کریں گے تو مادی وجود ایک نہیں ہوتا۔ہمیشہ کثرت رکھتا ہے۔اللہ ایک ہے یعنی
اللہ مادی وجود سے آزاد ہے۔ اللہ الصمد ... اللہ بے نیاز ہے۔ مخلوق بے نیاز نہیں
ہوسکتی۔ وہ تو آکسیجن کے بغیر زندہ ہی نہیں رہے گی، پانی کے بغیر زندہ
نہیں رہے گی۔ ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہے گی، روٹی کے بغیر زندہ نہیں رہے
گی۔ اب انسان کو کیا کرنا ہے کہ انسان کے اندر اللہ کا نور ہے، روح ہے۔ روح
جب جسم کو اپنا لباس بناتی ہے تو جسم مجبور ہوتا ہے وسائل کا۔ روح وسائل
کی مجبور نہیں ہوتی۔ تو انسان کو صرف ایک کام کرنا ہے ۔ انسان اس سے
آزاد نہیں ہوسکتا کہ وہ ایک ہو۔ انسان کثرت ہی ہوگا۔ مخلوق کثرت نہیں
ہوگی۔ انسان اس بات سے آزاد نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی کا بیٹا نہ ہو، کسی کا
باپ نہ ہو۔ انسان اس بات سے بھی آزاد نہیں ہوسکتا کہ اس کا خاندان، کوئی
برادری، کوئی فیملی، کوئی کنبہ نہ ہو۔ ایک صفت ہے اللہ تعالیٰ کی اللہ الصمد
... اللہ کسی سے احتیاج نہیں رکھتا۔ انسان اگر انسانوں سے توقعات توڑ کر
صرف اللہ سے اپنی احتیاج قائم کرلے تو اپنی روح سے واقف ہوجاتا ہے۔ یہ
فارمولہ ہے ایک یہ روحانی فارمولہ ہے کہ انسان انسانوں سے احتیاج توڑ کے
صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی احتیاج قائم کرے اور اللہ کو اپنا کفیل
سمجھے۔ اگر انسان کے اندر یہ یقین بن جاتا ہے انسان کے دماغ میں یقین کا یہ
پیٹرن مستحکم ہوجاتا ہے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے ۔ پیدا کرنے والا اللہ
ہے۔ وسائل فراہم کرنے والا اللہ ہے۔ زندگی دینے والا اللہ ہے۔ بچے دینے والا اللہ
ہے۔ اور موت دینے والا اللہ ہے۔ اگر انسان کے اندر یہ یقین ہوجائے تو وہ
انسانوں سے توقعات قائم کرنا چھوڑ دے گا۔ اور جیسے ہی کوئی انسان انسان
سے توقعات توڑ لے گا اب اللہ کے علاوہ کوئی توقع کے لئے رہ ہی نہیں گیا تو اس
کی توقع اللہ سے قائم ہوجائے گی۔ جب اسے بھوک لگے گی اور بھوک پوری
ہوگی کچھ کھاپی لے گا تو اس کا ذہن اٹومیٹک اس بات کی طرف جائے گا کہ
اللہ نے کھلایا۔ جب اس کو پیاس لگے گی پانی پئے گا اس کی پیاس بجھ جائے گی
ازخود اس کا ذہن اس کی طرف جائے گا کہ اللہ نے پانی پلایا ہے۔ اللہ نے پیاس
بجھائی ہے۔ بچے ہوں گے، ذہن اس طرف جائے گا کہ اللہ نے بچے دئیے۔ جب اللہ
بلائے گا موت آئے گی تو اس بات سے خو ش ہوگا کہ اللہ نے بلایا اب اللہ کے پاس

چلنا چاہئیے ۔ تو ایک یہ نقطہ ہے کہ اگر انسان انسانوں سے توقعات توڑ لے تو
وہ اپنی روح سے واقف ہوجاتا ہے۔ بہت آسان سا نسخہ ہے ۔ لیکن آسان تو
بہت ہے انسان لاکھوں سال سے اللہ سے ہی توقع قائم نہیں کرتا ، توقع ہی
انسانوں سے قائم کرتا ہے ۔ اس لئے یہ مشکل بات لگتی ہے۔ بات مشکل ہے
نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ اللہ سے آپ کا تعلق اس وقت قائم ہوگا جب آپ
اللہ کی مخلوق سے توقعات توڑ کر صرف اور صرف اللہ کو اپنا کفیل تسلیم
کرلیں۔ زبانی نہیں! یہ تو سبھی کہتے ہیں اللہ دیتا ہے۔ زبانی نہیں، دل سے۔
اور جب یہ یقین انسان کے اندر پیدا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق
... والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ... وہ لوگ جو علم میں
یقین حاصل کرلیتے ہیں ... یقولون ... وہ کہتے ہیں ... امنا بہ ... یہ بات ہمارے
مشاہدے میں ہے ، ہم نے اس بات کا یقین کرلیا ہے، ہم نے یہ بات دیکھ لی ہے،
سمجھ لی ہے ... یقولون امنا بہ ... کل من عند ربنا ... کہ یہاں ہر چیز اللہ کی
طرف سے ہے۔ کوئی شئے ایسی نہیں ہے کہ جو اللہ کے احاطۂ قدرت سے باہر
ہو۔ اب آپ خود غور کرکے بتائیں اگر کوئی چیز اللہ کے احاطۂ قدرت سے باہر
ہے تو آپ بتادیں۔ پانی ہے، ہوا ہے، آکسیجن ہے، سورج ہے، چاند ہے، ستارے
ہیں، زمین ہے، پھل ہیں، اور آپ کی تمام وسائل جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا
فرمائے آپ بتائیں اس میں آپ کا کیا عمل دخل ہے؟ ہر چیز اللہ کی طرف سے
ہے۔ تو حضور قلندر بابا اولیا نے سورہ اخلاص کی تشریح میں یہ فرمایا ہے کہ
اگر بندہ یقین کے ساتھ اپنا کفیل اللہ کو سمجھ لے اور ساری توقعات اللہ سے
وابستہ کرلے تو اس کو اپنی اصل کا ادراک ہوجاتا ہے۔ وہ اپنی روح سے واقف
ہوجاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی روح سے واقف ہوجاتا ہے تو موت و حیات کا یہ جو
فلسفہ ہے یہ اس کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہاں کوئی آدمی نہ زندہ ہے، یہاں
کوئی آدمی نہ مردہ ہے، بات یہ ہے کہ پتہ کچھ نہیں ہے کیا ہورہا ہے۔ ایک بچہ
آج پیدا ہوا ، آج مرگیا ، دوسرے دن پھر پیدا ہوگیا۔ دوسرے دن مرگیا، تیسرے دن
پھر پیدا ہوگیا۔ سال بھر مرگیا اور پھر اگلے سال۔ آپ دیکھیں پیدا ہوتے ہی بچہ
مرنا شروع کردیتا ہے۔ جوان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا بچپنا مرگیا۔ پھر
بوڑھا ہوجاتا ہے۔ بوڑھا ہونے کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کی جوانی مرگئی۔
بھئی جس طرح آدمی مرنے کے بعد غائب ہوجاتا ہے پھر واپس نہیں آتا کیا آپ نے
دیکھا ہے کہ کوئی بوڑھا آدمی دوبارہ جوان ہوگیا ہو؟ تو مختصر یہ ہے کہ آپ
اس بات کو یقین کے درجے میں سمجھ لیں کہ آپ کی اصل مادی وجود نہیں ہے۔
اس پہ جتنا سوچیں غور و فکر کریں آپ کو کبھی یہ جواب نہیں ملے گا کہ مادی
وجود اصل ہے۔ آپ کی اصل روح ہے۔ روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اب روح کا
ادراک اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ انسانوں سے توقعات توڑ دیں اللہ سے توقعات
قائم کرلیں۔ انسانوں سے محبت اس لئے کریں کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے۔
انسانوں کے کام اس لئے آئیں کہ اللہ تعالیٰ کام آنے کو پسند کرتا ہے۔ اولاد کی
تعلیم و تربیت اس لئے دیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد انسانیت کے

دائرے میں داخل ہوکر انسانیت کی خدمت کرے۔ بس مختصر سی بات ہے۔ اب اگر
آپ کی سمجھ میں آجائے تو سب کچھ ہے نہ سمجھ میں آئے تو بھائی کچھ بھی
نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں ساری رات و زلیخا پڑھتے رہے۔ صبح کو ایک صاحب اٹھ کے
کہا جی حضرت صاحب یہ تو بتادو زلیخا عورت تھی یا مرد؟ اب آپ یہ بتائیں میں
نے جو آپ کے سامنے یہ تقریر کی ہے ، وعظ، وعظ بیان کیا ہے آپ لوگ یک زبان
ہوکر کہیں آپ کیا سمجھے؟ اور مادی وجود کیا ہے؟ بھئی کچھ تو ہے۔ روح کا
لباس ہے۔ یعنی کوٹ پتلون ہے۔ خواتین کے لئے شلوار قمیص ہے، دوپٹہ ہے۔ تو
آپ یہ بتائیں کہ دوپٹے کے لئے آپ زندہ ہیں یا اصل کے لئے زندہ ہیں؟ نہیں آپ تو
دوپٹے کے لئے زندہ نہیں ہیں کوٹ پتلون کے لئے ہیں۔ اچھا اب روح سے ... روح
جو ہے اللہ سے واقف ہے آپ کیے اس کا مطلب ہے آپ بھی اللہ سے واقف
ہیں۔ تو اب روح سے چونکہ ہمیں واقفیت نہیں ہے روح کیا چیز ہے تو اس سے
واقف ہونے کا کیا طریقہ ہے ہمارے پاس؟ یہ بھی تو بتائیں بھئی بتائیں۔ جی؟
انسان سے توقعات اس لئے رکھیں کہ اللہ چاہتا ہے۔ توقعات توڑ کے تو آپ یہ
کہیں کہ وہ شوہر گیا بیچارہ سارے دن کام کرکے آیا شام کو اس سے کہیں
ہمیں تیرے سے کوئی توقع نہیں تو جا پیسے یہاں رکھ دے جا روٹی کہیں اور کھا
جاکے۔ توقعات توڑنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ عقل خورے ہوجائیں۔ نوچ لیں،
کھسوٹ لیں ایک دوسرے کو ، کپڑے پھاڑ دیں۔ بھئی تیرا ہمارا کیا تعلق ہمیں تو
اللہ دے گا جا! توقعات سے مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنا خدا نہ سمجھے۔ انسان
انسان کے کام آتا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیا فرماتے ہیں، آدمی آدمی کی دوا ہے۔
شوہر بیوی کے حقوق ہوتے ہیں۔ شوہر بیوی کے حقوق پورے کرے۔ بیوی شوہر
کے حقوق کو پورے کرے۔ اس لئے پوری کرے کہ اللہ نے حقوق متعین کردئیے ہیں۔
جب اللہ کے لئے حقوق کا تعین ہوجائے گا تو شوہر جو کچھ بیوی کے لئے کرے گا
وہ سب اللہ کے لئے ہے۔ بیوی جو کچھ شوہر کے لئے کرے گی وہ سب اللہ کے لئے
ہوگا۔ اولاد کو آپ اس لئے پالیں کہ ہمارے بوڑھاپے کا سہارا بنے گی ،کیا پتہ بنے
نہ بنے۔ آج کل تو وہ جہاں ذرا آدمی بڈھا ہوا مولانا ایدھی کے ہاں جا کے چھوڑ
آتے ہیں۔ یعنی ماں باپ اس لئے پالتے ہیں کہ بوڑھاپے میں ہمارا سہارا بنے گی
اولادے وہاں وہ کیا ہے اولڈ ہوم اس میں جاکے چھوڑ آتے ہیں۔ اولڈ ہاؤس میں
چھوڑ آتے ہیں۔اولاد کی تربیت اس لئے کریں کہ اللہ نے آپ کو ان کی تربیت کے
لئے منتخب کرلیا ہے کہ آپ اپنی اولاد کو انسان بنا دیں، سعید بنا دیں۔ اللہ جس
قسم کا انسان چاہتا ہے ایسا انسان بنادیں۔ یہ اللہ سے توقع قائم کرنا ہے۔ ایک
بڑا مسئلہ اور بھی طے ہوجائے ایک دو منٹ میں آپ یہ بتائیں کہ آپ اللہ سے ملنا
چاہتے ہیں یا اللہ سے دور ہونا چاہتے ہیں؟ اللہ سے آدمی کب ملتا ہے؟ جی؟
ارے جب مرتا ہے۔ اب یہ بتائیں آپ مرنے سے ڈرتے ہیں یا مرنے سے خوش ہیں؟
نہیں ایمانداری سے بتائیں جھوٹ نہ بولیں۔ ڈرتے ہیں نہ؟ تو سیدھی سی بات ہے
آپ تو اللہ کے پاس جانے سے ڈرتے ہیں اللہ کے پاس جانا ہی نہیں چاہتے۔ یہ آپ
غور کریں اپنے گھروں میں جاکے۔ ہر آدمی موت سے خوف زدہ ہے۔ کتنے ہی

آپ خوف زدہ ہوجائیں موت نے آپ کو لے جانا ہے۔ کتنے ہی خوف زدہ ہوجائیں
موت نے آپ کو لے جانا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ مرنا ہے۔ اور مرنے کے بعد اللہ
سے ملنا ہے یہ بھی سب کو پتہ ہے ۔ تو موت سے ڈرنے کا مطلب کیا یہ نہیں ہوا
کہ ہم اللہ کے پاس نہیں جانا چاہتے۔ کیوں بھئی؟ تو ہم جھوٹ نہیں بول رہے؟
جبکہ ہم ڈرے نہ ڈرے ۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے مومن موت کی تمنا کرتا ہے۔
مومن یہ چاہتا ہے کہ جلدی سے جلدی اس جیل خانے سے نجات مل کے اللہ تک
جاؤں۔ اللہ تک میری رسائی ہو۔ تو موت سے ڈرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ
بندہ مومن نہیں ہے۔ سیدھی سیدھی سی بات ہے۔ موت سے ڈرنا اس بات کی
علامت ہے کہ وہ اللہ سے نہیں ملنا چاہتا۔ موت سے ڈرنا اس بات کی علامت
ہے کہ وہ اس دنیا کو سب کچھ سمجھ رہا ہے۔ حالانکہ یہ دنیا عارضی اور
فکشن ہے۔ ابا نہیں رہے، دادا نہیں رہے، نانا نہیں رہے، پر دادا نہیں رہے۔ بھائی
میرے ابا نہیں رہے ، میرے دادا نہیں رہے، اب میں بھی ابا ہوں میں بھی دادا ہوں
، میں کیسے رہ جاؤں گا؟ اچھا موت کی تمنا کا مطلب یہ بھی نہیں ہے جاکے پڑیا
کھاکے خود کشی کرلو۔ وہ بھی اللہ نے منع کیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں
رہو ۔ جب اللہ نے بھیجا آگئے۔ اور اس بات کے لئے تیار رہو جب اللہ بلائے گا بھاگ
کے جائیں گے، خوشی خوشی جائیں گے کہ اللہ نے بلایا ہے، خالق نے بلایا ہے۔
حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مومن کی موت آتی ہے تو وہ موت ایسی
ہوتی ہے جیسے آٹے میں سے دھاگہ نکالنا۔ اور جب دنیا دار کی موت آتی ہے تو
وہ موت ایسی ہوتی ہے جیسے کپڑے کو بیری کے درخت پہ سے رکھ کر کھینچ لیا
جائے اور وہ چیرے چیرے ہو۔ تو مرنے سے ڈرنا نہیں ہے۔ حضور قلندر بابا اولیا
فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا محافظ انسان کا ملک الموت ہے۔ سب سے بڑی
محافظ انسان کی موت ہے۔ کیوں؟ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا
مستقر و متاع الیٰ حین جو بندہ اس زمین پر پیدا ہوگیا اس کو وقت مقررہ تک
اسی قید خانے میں رہنا ہے۔ اس جیل سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ تو اگر وہ اس جیل
سے نکل بھاگے تو ملک الموت کی مصیبت آجائے گی یہ بندہ کیسے نکل آیا وقت
سے پہلے۔ آپ کا پاسپورٹ ہے پاکستانی۔ آپ لندن میں بغیر ویزا کے جاکے تو
دکھادیں۔ اور اگر آپ گھس جائیں گے تو وہاں کا عملہ گرفت میں آجائے گا یہ
بندہ آ کیسے گیا اندر۔ آپ کے ساتھ تو جو کچھ ہوگا، ہوگا وہ عملہ گرفت میں
آجائے گا۔ اسی طرح جب تک عالم اعراف کا ویزہ نہیں لگ جاتا کوئی بندہ اس
دنیا سے اس دنیا میں نہیں جاسکتا۔ اور یہ اللہ کا ایک نظام ہے اور قانون ہے۔
آپ لاکھ خود کشی کرلیں نہیں مریں گے۔ بے شمار ایسی خودکشیاں آپ نے
اخباروں میں پڑھی ہوں گی ، کوئی کیماڑی میں کود گیا۔ کسی نے بارہ منزل
چھت سے چھلانگ لگادی، کسی نے کچھ کرلیا اور وہ بچ گیا الٹا پولیس کا مقدمہ
پڑ گیا تو مر کیوں رہا تھابھئی؟ مر کیوں رہا تھا تو پیشیاں بھگتے۔ تو ایک بات یہ
بھی ہے کہ اگر آپ لوگ موت سے ڈرنا چھوڑ دیں، موت کو اپنا محافظ سمجھیں
تو خود بخود آپ کا دل اس دنیا کی چپک سے آزاد ہوجائے گا۔ پھر آپ اس دنیا کو

ایک مسافر خانہ سمجھیں گے۔ ایک قید خانہ سمجھیں گے۔ اور اس دنیا میں کیا
رکھا ہے آپ غور تو کریں کسی کے بھی گھر چلے جائیں سوائے رونے کے کوئی بات
ہی نہیں ہے۔ وہ پھر بات وہ دوبارہ آگئی وہ وقار صاحب کہتے ہیں کہ اٹھارہ
لاکھ آدمیوں کے مسائل کا حل پیش کیا ابا نے ۔ ایک خط آج تک ایسا نہیں آیا کسی
نے یہ لکھا ہو کہ وہ بڑا پر سکون ہوں، بڑا خوش ہوں۔ سارے اٹھارہ لاکھ دکھی
کے دکھی ہی ہیں۔ اور میرا خیال ہے اور اٹھارہ لاکھ ہوں گے وہ بھی دکھی ہی
ہوں گے۔ کیوں دکھی ہیں؟ دکھی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے سب کچھ
مادی وجود کو اور اس دنیا کو سمجھ لیا۔ جبکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے، عالم
مسافرت ہے، عالم قید و بند ہے۔ جو یہاں آیا اسے جانا ہے۔ فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یراء ... ومن یعمل مثقال ذرۃ شر یراء ... یہ ایسی دنیا ہے کہ یہاں
عمل خیر اگر ذرے کے برابر کیا ہے اس کا بھی اجر ہے۔ اگر آپ نے برائی ذرے کے
برابر کی ہے اس کی بھی سزا ہے۔ کراماً کاتبین یہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ کہتے
ہیں ان کے پاس رجسٹر ہیں لکھنے کے ۔ رجسٹر کہاں ہیں ، یہ ویڈیو کیمرے
ہیں، اللہ میاں کے ہے ایک کیمرہ یہاں لگا ہوا ہے، ایک کیمرہ یہاں لگا ہوا ہے۔
کھٹاکھٹ فلمیں لے رہے ہیں۔ جب آدمی مرے گا اس کو بتادیں گے بھئی تو یہ
کرکے آیا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ ... کہ ایک ذرہ برابر بھی ہے تو وہ ریکارڈ ہے۔
آپ اپنے گھر میں ویڈیو کیمرے لگادیں ہر چیز آجائے گی اس میں آپ کب بیٹھے ،
کب اٹھے ، کب آپ نے پانی پیا، کب چھینک کی، آپ کو چھینک آئی، کب آپ نے گھر
سے باہر قدم نکالا، کب آپ گھر کے ... سب ہر چیز پوری ریکارڈ ہے۔ اسی طرح
کراماً کاتبین جو ہیں دو اللہ میاں کے کیمرے لئے بیٹھے ہیں وہ آپ کی فلم لے رہے
ہیں۔ کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ آپ یہ بتائیں یہ آپ کے یقین میں بات ہے کہ
اللہ میاں دیکھ رہا ہے؟ جی؟ نہیں سب ہاتھ اٹھاؤ بھئی۔ دیکھ رہا ہے؟ دیکھ رہا
ہے نہ اللہ ۔ آدمی گناہ کب کرتا ہے؟ جب کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ جی؟ بھئی جب
اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے تو بندہ گناہ کیسے کرسکتا ہے؟ اس کا مطلب ہے یہ
یہاں (زبان) کی بات ہے۔ یہاں (دل) کی بات نہیں ہے۔ جب یہاں یہ بات دل میں
آجائے گی کہ اللہ دیکھ رہا ہے آدمی اللہ کی مرضی کے بغیر انگلی نہیں
ہلاسکتا۔ بات صرف اتنی سی ہے یہ جو آپ زبان سے کہہ رہے ہیں اللہ دیکھ
رہا ہے آپ کا دل گواہی نہیں دے رہا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ سارا مسئلہ حل
ہوجائے گا روحانیت بھی آپ کو آجائے گی ، آپ خدا رسیدہ بھی ہوجائیں گے۔ اور
اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر جو فضل و کرم اور انعام عام کیا ہے بحیثیت انسان کے
جو علوم سکھائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو منتقل ہوجائیں گے۔ آپ
حضرات دور دراز سے تشریف لائے کوشش تو یہ تھی گیارہ بجے آپ کو فارغ
کردیں لیکن بہرحال دیر ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ میں نے جو کچھ کہا خدا کرے کہ وہ
آپ کی سمجھ میں آگیا ہو ۔ آپ نے جو کچھ سنا ، خدا کرے میری سمجھ میں آگیا
ہو۔ پھر تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر کبھی بیٹھیں گے پھر باتیں کریں گے بہرحال خوش
تو ہو ہی جاتے ہیں ایک دوسرے سے بات کرکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

اورآپ کا یہاں آنا قبول کرے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے زحمت اٹھائی، رات کو آئے ، شام سے آئے ہوئے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی آپ کے دل میں محبت ہے۔ بلاشبہ آپ سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں جبھی تو آپ یہاں اتی دیر بیٹھ گئے اللہ کے لئے۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو آپ کیسے بیٹھ جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں اس بات کا یقین ہوجائے، ہمیں یقین کا درجہ حاصل ہوجائے کہ ہمارا مادی وجود جو ہے وہ روح کا لباس ہے۔ اور ہمار ی اصل جو ہے وہ روح ہے۔

دعا کرلیں جی؟

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة اخلاص)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة الفاتحہ)

(......تلاوت سورة احزاب ... ان اللہ و ملئکة)

(درود ابراہیمی)

(درود خضری)

سبحن ربک ربی العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین ولحمد للہ رب العالمین۔

یا اللہ! اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہوئے ہیں ان کی شرکت کو قبول فرمالےیا اللہ!جو کچھ کہا گیا ہے، جو کچھ سنا گیا ہے، اس کو سمجھنے کی، اس کو قبول کرنے کی، اس پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمادے یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمادے یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کی محبت عطا فرمادے یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کا عشق عطا فرمادے یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمادے یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمادے یا اللہ! تمام مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمادے یا اللہ! حضور قلندر بابا اولیائ کے فیض سے ہم سب کو مستفیض فرمادے یا اللہ! ہماری روحانی صلاحیتوں کو بیدار فرمادے۔ یا اللہ! ہماری روحانی صلاحیتوں کو بیدار فرمادے۔ یا اللہ! ہمیں اپنے آپ کو سمجھنے کا شعور عطا فرمادے یا اللہ! ہمیں اپنے آپ کو سمجھنے کا شعور عطا فرمادے یا اللہ! ہمیں بصیرت عطا فرمادے یا اللہ! ہمیں فہم عطا فرمادے یا اللہ! ہمیں تفکر عطافرمادے یا اللہ ! قرآن پاک پڑھنے کی سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی اور تفکر کرنے کی توفیق عطا

فرمائے یا اللہ! رحم فرمائے یا اللہ! کرم فرمائے یا اللہ ! اس مجلس میں جتنے بھی
لوگ شریک ہوئے ہیں ان کے تمام مقاصد کو پورا فرمائے یا اللہ! جن لوگوں نے
یہاں سے پاکستان سے ، بیرونی ممالک سے دعا کے لئے خط لکھے ہیں ، ٹیلی فون
کئے ہیں، دوست احباب سے زبانی کہلوایا ہے یا اللہ ان سب کی مرادیں پوری
فرمادے۔ یا اللہ! ہماری اولاد کو روحانی بنائے یا اللہ ! ہماری اولاد کو سعادت مند
بنائے یا اللہ! ہماری اولاد کو ایسی اولاد بنا جو تیرے اور تیرے رسول مقبول ﷺ کی
کامیابی میں کام کرے۔ یا اللہ! رحم فرمائے یا اللہ! کرم فرما ئے یا اللہ! ہمارے
چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرمائے یا اللہ! ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف
فرمائے یا اللہ! ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرمائے یا اللہ! ہمیں نیک کام
کرنے کی توفیق عطا فرمائے یا اللہ! ہمیں مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا
فرمائے یا اللہ! ہمیں بھائی چارے،اخوت اور ہمدردی کی توفیق عطافرمائے یااللہ!
ہمارے اندر سے تعصب نکال دے۔ یا اللہ! ہمیں تفرقوں سے آزاد فرمادے۔ محفوظ
فرمادے۔ یا اللہ! ہمیں اپنے رسی کو متحد ہوکر مضبوط پکڑنے کی ہمت عطا
فرمائے یا اللہ! ہماری اولاد کو سعادت مند بنائےیا اللہ! ہماری اولاد کو روزگار عطا
فرمائے یا اللہ!ہماری اولاد کے شادی بیاہ کے جو مسائل ہیں، ان میں آسانی عطا
فرمائے یا اللہ! میاں بیوی میں اچھے تعلقات عطا فرما، ذہنی ہم آہنگی عطا
فرمائے یا اللہ! آپس میں پیار و محبت عطا فرمائے یا اللہ ہمیں غصے سے نجات
عطا فرمائےیا اللہ! ہمیں نفرت سے نجات عطا فرمائے یا اللہ! ہمیں حسد سے
نجات عطا فرمائے یا اللہ! ہمارے اوپر سے شک، شبہے اور وسوسوں کی جو یلغار
ہے ، یا اللہ! اسے ختم فرمائے یا اللہ! ہمیں قرآن پاک کو یقین کے ساتھ پڑھنے کی
توفیق عطا فرمائے یااللہ! ہماری روحانی صلاحیتوں کو بیدار فرمائے یااللہ! ہماری
روحانی صلاحیتوں کو بیدار فرمائے یا اللہ! ہمیں زمین و آسمان کی بادشاہی کا
رکن بنادے۔ یا اللہ! زمین و آسمان کی بادشاہی کا رکن بنادے۔ یا اللہ! ہمیں علم
سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے یا اللہ! ہمیں علم سکھانے کی توفیق عطا فرمائے
اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔ اللھم ربنا
ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین۔ رب اجلعنی مقیما
الصلوٰة و من ذریتی ربنا و تقبل دعاء ربنا وغفرلی ولوالدی و للمؤمنین یوم یقوم
الحساب۔ و عفوان و غفرلنا ورحمنا انت مولٰنا فانصرن علیٰ قوم الکافرین۔ یا
اللہ! حضور قلندر بابا ولیاکے عرس کے سلسلے میں جن لوگوں نے بھی تعاون کیا
ہے۔ یا اللہ ان کے تعاون کو قبول فرمائے یا اللہ! عظیمیہ جامع مسجد کی تعمیر
ایک منزل ہوچکی، دوسری منزل شروع ہے۔ یا اللہ! آپ کا گھر بنانے میں جن
لوگوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے ، کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے یا اللہ اس
کو قبول فرما اور ان کے کاموںمیں برکت عطا فرمائے یا اللہ! جو بے روزگار ہیں
انہیں روزگار عطا فرمائے یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے جن لوگوں کو آپ نے
روزگار عطا کیا ہے، ملازمت کے سلسلے میں ، کاروبار کے سلسلے میں یا اللہ ان
کے گھروں میں، ان کے کاروباروں میں مزید برکت عطا فرمائے اللھم ربنا اتنا فی

الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آپ سب حضرات کا بہت شکریہ ۔ السلام علیکم و رحمة اللہ وبرکاتہٗ

★★★★★